جناب عشرت رحمانی

فنِ خطاطی اور مسلمان

مورخین کا بیان ہے کہ فن مصوری میں ایشیائی ممالک نے سب سے پہلے ترقی و کمال حاصل کیا اور عام تصویر سازی کے علاوہ مخطوطات کو منقش و مصوّر کرنے میں بھی یہاں خاص کمالات حاصل کیے گئے۔ کتابوں کے صفحات کی تزیین و تذہیب میں بڑی صنعت گری کی جاتی تھی۔ اسلامی عہد کے نادر قلمی نسخے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان فن کاروں نے اس فن میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ مسلمانوں کے دَورِ قدیم کے مطلّا و مذہّب مخطوطات دنیا بھر کے عجائبات میں بے نظیر نوادر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

ابتدا میں جو کتابیں لکھی جاتی تھیں ان کی کتابت میں خوشنمائی نہ ہوتی تھی بلکہ وہ معمولی خطاطی کا نمونہ تھیں۔ لیکن رفتہ رفتہ اشاعتِ علوم میں وسعت اور ترقی کے ساتھ جب کتابوں کی مانگ بڑھی تو خطاطی کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے پیش کیے جانے لگے۔ خوش نویس قسم قسم کی ایجادیں کرنے لگے اور بڑی توجہ و انہماک سے خطاطی کو باقاعدہ فنی شکل دینے میں مشغول ہو گئے۔

پہلے عہدِ اموی اور پھر دورِ عباسیہ کے خطاط طرزِ تحریر کی جانب خاص توجہ کرنے لگے۔ چنانچہ اس قدر دانی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خطاطی کو باقاعدہ فن بنایا جانے لگا۔

اس عہد کے اصحابِ علم و اربابِ ذوق علما کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کی بڑی قدر کرتے اور تحریر کی خوب صورتی کی طرف دھیان نہ دیتے۔ اس قسم کے مخطوطات کو "خطوط للائمۃ" کہا جاتا تھا۔ بعد میں خطاطی اور خوش نویسی کے فن کی ایجاد سے ان تحریروں کی دلکشی اور خوش نمائی کا شوق پیدا ہونے لگا اور خطاط اپنے اپنے انداز میں حسنِ تحریر کے اعلیٰ و ارفع نمونے پیش کرنے لگے۔

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک خطاط خالد بن ابی ہیاج تھا جو قرآن مجید اور تاریخی کتابوں کی کتابت کرتا تھا۔ اسی شخص نے مسجد نبویؐ پر آیۂ کریمہ (سورہ بلد سے

سے واسناس تک) لکھی تھیں۔ یہ اس کا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ اموی عہد میں ایک اور خطاط اسامہ بن لوئی بن غالب بہت مشہور تھا۔ ابتدا میں یہ صرف قرآن مجید کی کتابت کرتا تھا لیکن بعد میں دوسرے علوم کی کتابیں بھی لکھنے لگا۔

رفتہ رفتہ خوش نویسی اور خطاطی میں قسم قسم کے نمونے اور کمالات رائج ہوتے اور مختلف انداز کے خط مختلف معاملات کے لیے استعمال کیے جانے لگے۔ مثلاً خصوصی سرکاری تحریریں ایک علیحدہ قسم کے طرزِ تحریر میں لکھی جاتیں جس کو خط الجلیل کہتے تھے۔ عدالتی اور قانونی دستاویزیں ایک اور قسم میں تحریر کی جانے لگیں۔ اس دَور کے خطاطوں میں یاقوتی، ابوحیان اور ابن شجاع بہت مشہور ہیں۔ کتابوں کی خطاطی کے لیے عموماً جو خط استعمال ہوتا تھا اس کو "مدور الصغیر" کہتے تھے۔ یہ مدور صورت کا قمری خط تھا۔ علاوہ ازیں عراقی خط کا بھی بڑا رواج تھا، اور عموماً قرآن شریف اسی خط میں تحریر کیے جاتے۔

خلیفہ مامون الرشید کے دَورِ خلافت میں علم و ادب کو بہت زیادہ عروج ہوا۔ اس زمانہ میں مختلف علوم و فنون کی تالیف و تصنیف نے بہت ترقی کی۔ چنانچہ فنِ خطاطی میں بھی خاص ایجاد و کمال پیدا کرنے کی طرف توجہ دی جانے لگی۔ مشہور عالم اور مدبر وقت ابن مقلہ نے عربی رسم الخط کو مدور اور خوشنما بنانے میں خاص توجہ کی۔ اس نے حروف کو ملا کر اور کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ لکھنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا۔ بعد میں معروف خطاط ابن بواب نے حروف نسبتاً زیادہ مدور اور جوڑنے کی ترکیب کو مکمل کر کے اس طرز کو درجۂ کمال پر پہنچایا۔ بعدازاں یاقوت نے بھی فنِ خطاطی میں بڑی ترقی اور شہرت حاصل کی۔

عہد بہ عہد خطاطی کے طرز و انداز میں بے شمار تبدیلیاں اور قسمیں ایجاد ہوتی رہیں۔ ان تمام اقسام میں صحت کے لحاظ سے خطِ تعلیق کو سب پر فوقیت حاصل تھی۔ اس کے بعد خطِ نستعلیق کا رواج ہوا۔ یہ طرزِ تحریر نسخ کے مقابلے میں زیادہ مشکل تھا لیکن رفتہ رفتہ اسی نے زیادہ ترقی اور مقبولیت حاصل کی اور عام طور پر مروج ہوا۔ فنِ خطاطی کی تفصیلی فہرست اور خطوں کی قسمیں اور ان کے ترقی و عروج کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اس عہد کے خطاطی کے اعلیٰ شاہکار آج بھی دنیا کے مختلف کتب خانوں اور عجائب گھروں میں موجود

نوادر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ برٹش میوزیم (لندن) میں ابن بواب اور یاقوت کے ہاتھ کی تحریریں موجود ہیں۔

قدیم فنِ خطاطی کے سلسلہ میں ایک امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ جو کتابت زیادہ خوشنما اور منقش و مطلا ہوتی تھی اس میں متن کے لحاظ سے اتنی ہی اغلاط زیادہ پائی جاتی تھیں کیونکہ خطاط عموماً فنی خوبی اور باریکی کو مدنظر رکھ کر اصل متن کی صحت کی جانب زیادہ توجہ نہیں کرتے تھے لیکن اس کے باوجود امرا و خواص اپنے کتاب خانوں کو ان ہی انواع و اقسام کی کتابوں سے سجاتے تھے۔ جن سے ان کی شانِ امارت اور ذوقِ علمی کی تسکین ہوتی تھی۔ البتہ اہلِ ذوق علمائے عصر کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی ہر قسم کے خط کی کتابوں کو ترجیح دیتے تھے اس زمانہ میں چھاپہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لیے خطاط یا کاتب اس فن سے معقول رقوم کماتے اور حسبِ مراتب خوش حال و مرفع الحال نظر آتے۔ قلمی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں عام بازاروں میں خرید فروخت کے لیے دیکھنے میں آتی تھیں۔ عہدِ عباسیہ کے قدیم مصنف یعقوبی کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں صرف بغداد میں سو سے زیادہ تاجران کتب موجود تھے جو خوش نویسوں سے کتابیں لکھواتے اور فروخت کرتے۔ کتابوں کے تاجر بھی خوب دولت پیدا کرتے کیونکہ تالیف و تصنیف کی کثرت اور علم و ادب نیز نقاشی و مصوری کی کافی سرپرستی اور قدردانی ہوتی تھی، اور علوم و فنون عروجِ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔

مخطوطوں اور کتابوں کی تجارت

عہدِ عباسیہ کے آغاز میں چھاپہ کی ایجاد نہ ہوئی تھی اور عام طور پر مخطوطات کا رواج تھا۔ جگہ جگہ خوش نویس اور کاتب کتابیں نقل کرکے اپنی گزر بسر کرتے تھے اور یہ قلمی کتابیں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں عام بازاروں میں خرید و فروخت ہوتی تھیں۔ مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں قلمی کتب فروش معقول دولت پیدا کرتے تھے۔ مطابع نہ ہونے کے باوجود علم و ادب کا چرچا اطراف و جوانب میں عام تھا اور تصنیف و تالیف کی کثرت تھی۔ عام آدمی اپنی حیثیت کے مطابق مخطوطات کی خریداری دوسری

اشیائے ضروریہ کی طرح لازمی سمجھنا تھا۔

غرضیکہ علم و ادب کا ذوق و شوق اس قدر تھا کہ کتابوں کے قدردان برابر کتابوں کی جستجو میں مصروف رہتے تھے اور ان کی مانگ کو پورا کرنے کی غرض سے خوش نویس کتابوں کو نقل کرنے میں تاجرانِ کتب اپنی تجارت کو فروغ دینے میں شب و روز منہمک و مصروف نظر آتے اور شائقینِ کتب کو کبھی مایوس نہ ہونے دیتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب بغداد علم و فضل اور صنعت و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ علما و فضلا دربارِ خلافت کی زینت بنے ہوتے تھے۔ نئی نئی علمی و فنی ایجادیں کی جاتی تھیں خصوصاً فلسفہ، منطق، طب، ہیئت وغیرہ علوم عروجِ کمال پر تھے۔ رصدگاہِ ہیئت اور کرۂ ارض کی پیمائش، نیز سائنٹیفک تجربات کے لیے دوربینوں کی ایجاد اور تجربہ گاہ وغیرہ کے قیام عمل میں لائے گئے تھے۔ ان تمام علوم و فنون پر نئی نئی تصنیف و تالیف کا کام زوروں پر تھا۔ چنانچہ ہر علم و فن کی کتابیں بکثرت دستیاب ہوتی تھیں۔ اس زمانہ میں کتابوں کی دکان بڑے پیمانہ پر تو ہوتی نہ تھی بلکہ مختصر طور پر عموماً کسی مسجد کے قریب یا درس گاہ کے متصل کتب فروش دکان سجا کر بیٹھ جاتے تھے۔ کتابوں کو کسی خاص ترتیب یا قرینہ سے نہ رکھ سکتے تھے بلکہ چھوٹی سی جگہ میں ڈھیر لگے نظر آتے تھے حالانکہ اس کے بعد ترقی یافتہ دور میں بھی عام طور پر کتابوں کی دکانیں اسی حالت میں دیکھنے میں آتی رہیں جہاں سر سے اونچے انبار لگے ہوتے۔ پہلے ان انباروں میں قلمی کتابیں ہوتی تھیں تو بعد میں مطبوعہ ہونے لگیں۔ قدیم زمانہ کی مختصر دکانوں میں ہی کتب فروشوں کی رہائش کا انتظام ہوتا اور وہیں خورد و نوش کی ضروریات کا سامان بھی موجود رہتا تھا۔

اس وقت کتابوں کی تجارت دوسرے مال و اسباب کی طرح دلّال (ایجنٹوں) کی معرفت ہوا کرتی تھی جو شائقینِ علم و ادب کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے اور انھیں مختلف کتابوں اور کتب فروشوں کے تفصیلی حالات سے آگاہ کر کے، خریداری کی ترغیب دیتے۔ تاجرانِ کتب ان دلّالوں کو معقول کمیشن دیتے۔ نیز علم و ادب کے رسیا صاحبانِ حیثیت و دولت سے انعام بھی حاصل کرتے تھے۔ کتابوں کی نقل کا کام یوں تو عام طور پر کاتب اور خوش نویس کیا کرتے تھے لیکن بعض

علمی کتابیں خود مصنفین کے قلم سے لکھی ہوئی بھی فروخت ہوتیں۔ لیکن اکثر کتب فروش نادر اور نایاب کتابوں کو خود بھی نقل کرتے تھے۔ اس طرح کتابت کی اجرت بچ جاتی اور انھیں زیادہ منافع مل جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض مصنفین بھی کتب فروشوں کے پاس کتابیں نقل کرنے کے لیے ملازم تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کا ایک مشہور عالم یاقوت الحموی جو "ارشاد الاریب" اور "معجم البلدان" کا مصنف تھا ایک کتب فروش کی دکان پر کتابیں نقل کرنے پر مقرر تھا۔ دراصل کم استطاعت صاحبِ علم لوگ اس کام کو اس لیے اختیار کرتے تھے کہ ان کی اتنی حیثیت نہیں ہوتی تھی جو اپنے مطالعہ کے لیے کتابیں خرید سکیں۔ اس طرح ان کو نقل کی اجرت بھی مل جاتی تھی اور وسعتِ معلومات کی غرض سے دکان میں بیٹھ کر مختلف مستند کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے رہتے تھے۔ یاقوت الحموی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس نے اسی کتب فروش کی دکان کے ذخیرہ سے استفادہ کر کے اعلیٰ مفید تصانیف مرتب کیں۔ کتب فروشوں میں اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے تھے جو علم و ادب سے شغف رکھتے تھے۔ یا کتابیں نقل کرنے سے ان میں علمی ذوق و شوق پیدا ہو جاتا تھا اور رفتہ رفتہ صاحبِ تالیف بن جاتے۔ ایک بغدادی کتب فروش نے اسی قسم کا ایک ادبی مجموعہ مرتب کیا تھا جو چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی میں تیار ہوا لیکن بغداد کے ایک بڑے کتاب خانہ میں ابھی تک محفوظ ہے، اور اہم معلومات کا مفید مجموعہ تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس شخص نے یہ کتاب اپنی دوکان کی بے شمار کارآمد نادر مخطوطات کے مطالعہ سے فائدہ اٹھا کر مرتب کی تھی اور اس طرح بیش بہا کتب کا نچوڑ سمجھی جاتی تھی۔ اس مجموعہ میں مختلف علمی معلومات کے علاوہ اس نے اپنے زیرِ مطالعہ کتابوں کی تفصیلات اور ان کے مصنفین و مؤلفین کے حالات بھی جمع کیے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر شائقینِ کتب کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔